© rasailojaraid.com

ابوسلمان شاہجہانپوری

امین الملّت خان محمد امین خان کھوسو مرحوم

[یہ مقالہ ۵؍دسمبر ۱۹۷۴ء کو مرحوم کی پہلی برسی کے
موقع پر عزیز آباد، ضلع جیکب آباد سندھ میں پڑھا گیا۔]

جناب صدر اور معزز حاضرین!

خان محمد امین خان کھوسو میرے مرشد تھے۔ انھوں نے مجھے راہ دکھائی۔ میں اندھیر
میں کھڑا ہوا تھا۔ میرے پیر لرز رہے تھے، میرا دل خوف سے کانپ رہا تھا، مجھے راہ
منزل کا کچھ پتہ نہ تھا۔ بس اتنا جانتا تھا کہ یہ تاریکی میرا مقام نہیں ہے، میرے پیر
لرزنے اور دل کانپنے کے لیے نہیں بلکہ حرکت و عمل اور عزم و حوصلہ کے لیے اللہ تعالیٰ
یہ نعمتیں ہیں لیکن جس طرح تحصیل علم کے لیے اُستاد کی، ہدایت کے لیے رہنما کی اور اصلا
و تزکیہ کے لیے ایک کامل مرشد کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح مجھے ایک ایسے استا
کی ضرورت تھی جو ہوائے نفس و اغراض اور جہل و تعصب کے اس دور میں مجھے راہ
منزل کا پتہ بتلا دے، میرے قدموں کو جما دے، دل کو عزم کار و استقامت دے اور ز
کو با مقصد، عزم سفر کو با منزل اور روز و شب کو افادہ و فیضان سے بھر دے۔ ابھی یہ تمن
دُعا بن کر لبوں پر بھی نہ آئی تھی کہ اس علام الغیوب نے جو دلوں کے حال جانتا ہے، قبول فرما

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۶۹ء کا آخر تھا جب خان محمد امین خاں کھوسو مرحوم و مغفور سے میری ملاقات ئی ۔ اور پہلی ہی ملاقات میں محسوس کرلیا کہ میں اپنے مقصد کے پاس پہنچ گیا ہوں اور ، وہ چیز مل گئی ہے روح جس کی متلاشی ہے ۔ یہ تلاش و ضرورت وہی تھی جس کی طرف ارہ کر آیا ہوں یعنی ایک متعین راہ، منزل مقصود، قدموں کی استقامت اور دل کا عزم بات ۔ اسی لیے میں نے کہا ہے کہ خان محمد امین خاں میرے مرشد تھے ۔

میں ان سے رفتہ رفتہ متاثر نہیں ہوا ۔ مجھے ان کا بننے میں شب و روز کی گردشوں ، و سال کی منزلوں اور مطالعے کی راہوں سے گزرنا نہیں پڑا ۔ یہ نگاہ کیمیا اثر کا کرشمہ یا ان سے مصافحہ و معانقہ کا فیضان تھا کہ بُعد و اجنبیت کی تمام دیوار بیک لمحہ منہدم گئیں ۔ میں ان سے اس طرح ملا گویا کہ ان سے ہمیشہ سے واقف ہوں ۔ میں جب کسی سے ا ہوں تو ابتدا شک و شبہ اور احتیاط سے ہوتی ہے ۔ لیکن مرحوم امین الملت سے میرا ا ایک عجیب شکاری سے سامنا تھا ۔ جس نے پروں کو جنبش کرنے کی مہلت بھی نہ ی ۔ بس پلک جھپکی تھی کہ طائر قلب ان کی مٹھی میں تھا ۔

میں ان کی ملاقات سے پہلے امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی علیہ الرحمہ کی م تصانیف اور ان کے افکار و افادات کا مطالعہ کر چکا تھا ۔ اس مطالعہ کے دوران ں میں ایک انقلابی فکر سے آشنا ہوا تھا ۔ لیکن میری زندگی اب بھی شک کی نذر تھی ں میں کوئی خاص انقلاب نہ آیا تھا ۔ حقیقت یہ ہے کہ فکر و خیال کے جمود کو توڑنے اور قلاب لانے کے لیے صرف انقلاب انگیز افکار ہی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ایک نقلابی شخصیت کے نمود کی بھی ضرورت ہوتی ہے ۔ انقلاب فکر و عمل کا آخری مرحلہ تکمیل نہیں پہنچتا، جب تک کوئی انقلابی شخصیت کا دست تربیت اور اس کی انقلاب انگیز رت نمودار ہو کر جمود و تقلید اور رسم و روایت کی تمام زنجیروں کو کاٹ نہیں دیتی ۔ لیکن ں نہیں جانتا تھا کہ انقلابی شخصیت کیسی ہوتی ہے ؟ انقلاب اور انقلابی شخصیت ے الفاظ سے واقف تھا ۔ لیکن اس کے معنیٰ کی کوئی شکل نظروں میں نہیں تھی ۔ جب ں انقلابیوں کے تذکرے پڑھتا تھا کہ ان کی صحبت سے لوگوں میں انقلاب پیدا ہو گیا تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور لوگ اپنی جان و مال سے بے پرواہ ہو کر سمندروں میں کود پڑے تھے، پہاڑوں سے ٹکرا گئے تھے، زلزلوں کا مقابلہ کیا تھا، قید کی کوٹھڑی ان کے لیے حجلہ عروسی تھی تختۂ دار ان کے لیے اعزاز تھا، پھانسی کے پھندوں کو انھوں نے چوم لیا تھا۔ سزا موت کا حکم سن کر مسکرا دیئے تھے۔ اور زندگی جیسی متاع عزیز کو ملک و قوم پر قربان کے بعد یہ سمجھتے رہے کہ حق اب بھی ادا نہیں ہوا۔ میں یہ باتیں پڑھتا تھا تو تعجب ہو لیکن امین الملت سے ملاقات میرے لیے خود اسی قسم کا ایک تجربہ تھا۔ میرے لیے ان ملاقات انقلاب فکر کے آخری مرحلے کی تکمیل کے لیے تھی۔ ان کی صحبت نے میر ذہن کے اس جمود کو توڑ دیا جو مولانا سندھی علیہ الرحمۃ کے انقلابی افکار کا مطالعہ بھی توڑ سکا تھا۔ پہلے اگر کبھی وقت کے عام دھارے کے خلاف زبان و قلم سے کام لینے کا دل میں پیدا بھی ہوتا تو موانع و مشکلات کی ڈراونی صورتیں سامنے آجاتیں۔ عدم تحمل کے خطرات ڈرانے اور عمل و اقدام کا شعلہ فوراً بجھ جاتا۔ لیکن یہ کسی مکتب یا مطالعے کا نہیں تھا بلکہ ان کی نظر کی کرامت تھی کہ میں ایک یک و تنہا وجود دل میں کسی قسم کے لائے بغیر حضرت امین الملت کے مشن اور ان کے پیر و مرشد مولانا سندھی کے افکار کا ہوں اور علی الاعلان کہتا ہوں کہ اس ملک کی نجات و فلاح مولانا سندھی کے دینی و سیا افکار میں اور حضرت امین الملت مرحوم کے حقیقت پسندانہ نقطہ نظر میں ہے۔ پاکستان آج اور مستقبل میں جن جماعتوں اور تحریکوں سے خطرہ ہے ان کا مقابلہ و استیصال فکر کی تلوار ہی سے ممکن ہے۔ اگر ہماری قوم میں کچھ ایسے باشعور اشخاص موجود ہوں تو ہمیں مایو ہونے کی ضرورت نہیں۔

حضرات! میں نے ابھی کہا کہ محمد امین خاں ایک انقلابی تھے اور انقلابی کی خصو یہ ہوتی ہے کہ وہ فکر و نظر کے انداز بدل دیتا ہے اور دل میں عزم اور عمل کا جوش و ولـ پیدا کر دیتا ہے۔ میں آپ کو بتا دوں کہ انھوں نے میرے اندر کونسا انقلاب پیدا کر دیا فکر و نظر کے زاویوں کو کس طرح بدل دیا۔ حضرت امین الملت کی ملاقات سے پہلے مجھے ص ایک زبان سے، ایک مخصوص تہذیب سے اور چند خاص رسموں اور رواجوں سے دلچسپی تھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ج بھی اس زبان سے، اس تہذیب سے اور ان رسموں اور رواجوں سے جن میں آنکھ کھولی
ر پرورش پائی ہے محبت میں کمی پیدا نہیں ہوگئی لیکن نظر میں وسعت ضرور پیدا ہوگئی
ج میرے نزدیک سندھی زبان ایک بہترین اور شیریں زبان ہے۔ سندھی تہذیب
ب سے پیاری تہذیب، سندھ کے باشندے گویا کہ میرے ہی دست و بازو اور دل
جگر کے ٹکڑے ہیں اور سندھ کی سرزمین میرا محبوب وطن ہے۔ ایک صاحب نے
کایتاً کہا کہ یہاں محبت اور مروت کی کمی ہے۔ میں نے کہا یہ بات آپ اس شخص
ے کہہ رہے ہیں جسے یہاں کی مٹی سے بھی محبت کی بو آتی ہے اور جس نے محبت کے
وا کچھ نہیں دیکھا۔

حضرات! آپ سمجھے یہ فکر و نظر بلکہ مزاج فطرت کا اتنا بڑا تغیر کیوں کر واقع ہوا؟
یرے نزدیک اس کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے ایک انقلابی کا فیضان صحبت اور اس
نظر کیمیا اثر کا نتیجہ! اور اس انقلابی کا نام آپ جانتے ہی ہیں۔

محمد امین خان کھوسو ایک عالم شخصیت تھے، ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔
ھوں نے تاریخ، مذہب، سیاست اور دنیا کی انقلابی تحریکات کا غائر مطالعہ کیا تھا
، ایک صاحب فکر شخصیت بھی تھے اور ملک اور بیرون ملک کی رجعت پسندانہ تحریکات
ان کی گہری نظر تھی، وہ ایک مدبر تھے لیکن ان کی شخصیت کا جو پہلو ان کی تمام
ثیتوں سے حاوی تھا وہ ان کی زندگی کا عملی پہلو تھا۔ وہ ایک خالص عملی انسان تھے
ام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ علم و مطالعہ اور فکر و نظر کی بلندی کے ساتھ عمل کی روح کچل
تی ہے۔ لیکن حضرت امین الملت فکر و عمل دونوں کے جامع تھے، ان کی فکر جس قدر
ند اور مطالعہ جس قدر وسیع تھا عمل کی صلاحیت بھی اتنی ہی زیادہ تھی۔

اللہ تعالیٰ فکر و عمل کی صلاحیتوں کے ساتھ زبان و بیان اور تحریر و تقریر کی بخششوں
ے بھی انھیں مالا مال کیا تھا۔ وہ ایک شگفتہ قلم ادیب بھی تھے اور شعلہ بیان مقرر بھی
ے۔ معلوم نہیں آپ میں سے کتنے حضرات کو ان کی شعلہ نفسی کا تجربہ ہوا ہے۔ لیکن
تے ان کے اس کمال کا بارہا مظاہرہ دیکھا ہے۔ وہ اپنی شعلہ نفسی سے مردہ دلوں میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زندگی کی حرارت پیدا کردیتے تھے، جذبات میں آگ لگا دیتے تھے اور ایک زندہ تمنا بن کر قلب کو گرما اور رُوح کو تڑپا دیتے تھے۔ آپ حضرات آگ کے پاس بیٹھتے ہیں اور گرمی حاصل کرتے ہیں۔ آپ یقین فرمایئے کہ میں ان کے پاس بیٹھا ہوں اور بالکل اسی طرح حرارت محسوس کی ہے جس طرح آپ آگ سے گرمی محسوس کرتے ہیں۔

اتنا ہی نہیں کہ میں انھیں ایک عالم، مفکر، مدبر اور انقلابی سمجھتا ہوں میں تو ان کی ولایت کا بھی قائل ہوں بلکہ ان کی کرامت پر بھی یقین رکھتا ہوں۔ کیا یہ ان کی ولایت کی کوئی معمولی دلیل ہے؟ اور کیا یہ ان کی کرامت نہیں ہے؟ کہ ایک شخص جو کبھی کراچی میں بھی کسی جلسے اور تقریب میں دیکھا نہیں جاسکتا وہ آج کراچی سے کئی سو میل دور عزیز آباد کے ایک چھوٹے سے قریے میں آپ حضرات کے سامنے موجود ہے۔ آپ جانتے ہیں وہ کونسی زنجیر ہے جو اس شخص کو یہاں کھینچ لائی ہے اور وہ کون سی کشش ہے جس نے آپ حضرات کو اس اجنبی و ناآشنا کی آواز پر متوجہ کردیا ہے؟ کیا میرے لیے اس دور دراز قریے میں عہدہ و منصب کا کوئی لالچ تھا، اور کیا آپ اس مجلس میں کسی دُنیاوی طمع کے لیے گوش بر آواز ہیں؟ آپ جانتے ہیں کہ میرے اور آپ کے لیے اس قسم کا نہ کوئی لالچ ہے اور نہ کوئی طمع۔ لیکن پھر بھی میرے لیے کوئی کشش ضرور تھی کہ میں نے سردی کے اس موسم میں قیام کی راحت کو ترک کیا، سفر کی صعوبت اٹھائی اور آپ تک پہنچا اور اب آپ کے درمیان کھڑا ہوں۔ آخر یہ کشش کونسی تھی؟ دُنیا میں ہر چیز اور ہر عمل و حرکت کا ایک نام ہے تو اس کشش کا بھی کوئی نام رکھ لیجیے۔ میں نے اس کشش کا نام کرامت رکھ لیا ہے۔

میں یہاں اپنے اس عقیدے کو بھی واضح کردینا چاہتا ہوں کہ میں اس قسم کے ولیوں پر ایمان نہیں رکھتا جو عقل و ہوش سے تہی، غیر شرعی اعمال میں مُبتلا اور گندی نالیوں کی غلاظت سے آلودہ گلی کوچوں میں اکثر نظر آجاتے ہیں۔

حضرات! آپ جانتے ہیں کہ ہمارے ملک میں اور خصوصًا ہمارے صوبے میں بعض نافہم ذہنوں اور بعض سیاسی ہاتھوں نے ایک مسئلہ پیدا کیا ہے اور اب سارا مُلک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے حل کے لیے پریشان ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ابھی تک کوئی ایسا حل سامنے نہیں آیا ہے جس سے تمام ذہن مطمئن ہو جائیں۔

میں آپ سے صاف الفاظ میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اس کا حل صرف مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے افکار میں ہے یا اس شخصیت کے افکار اور سیرت میں ہے جس سے رشتۂ ارادت کسی کو کراچی سے، کسی کو ملتان سے، کسی کو کوئٹہ سے، کسی کو نواب شاہ اور حیدر آباد سے اور اسی طرح ملک کے مختلف اطراف و جوانب سے یہاں کھینچ لایا ہے، اور تمام حضرات کو ایک شامیانے کے نیچے جمع کر دیا ہے۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ جس کی محبت میں مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے یہ لوگ جمع ہو سکتے ہیں اس کی افکار کی روشنی میں اپنی حیات قومی کا سر و سامان بھی کر سکتے ہیں اور اخوت و محبت سے بھرا ایک خوشحال معاشرہ بھی تعمیر کر سکتے ہیں۔

حضرات! میں ایک شخص یک و تنہا آپ کے سامنے کھڑا ہوں اور آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں اس بات کا عہد کر چکا ہوں کہ میری زندگی کا ایک ایک لمحہ ملک کی تعمیر و ترقی اور خدمتِ قومی کے انھیں مقاصد کی تکمیل کی سعی و کوشش میں گزرے گا جو جو حضرت امین الملت کی زندگی کا مشن تھا۔ جن مقاصد کی طرف امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی علیہ الرحمۃ کے افکار نے رہنمائی کی ہے اور جو امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کے سیاسی فلسفے اور فکر کے مطابق ہیں۔ اور اتنا ہی نہیں کہ عہد کر چکا ہوں بلکہ اپنے سفر کا آغاز بھی کر چکا ہوں۔

آپ میں سے جو حضرات شعور رکھتے ہیں انھیں اور آپ کے ذریعے ملک کے دوسرے باشعور حضرات کو میں دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس عہد میں میرے شریک اور اس مقصد میں میرے ہم نوا بن جائیں۔

میں آپ حضرات پر یہ بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میری سعی اور عمل کا پہلا میدان سندھ صرف سندھ بنے گا۔ اس لیے کہ ایک سندھی ہونے کی حیثیت میں پہلی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذمہ داری سندھ کی تعمیر و ترقی کی ہے، پھر دوسرے صوبوں اور پورے ملک کی۔ یہ صرف ترتیب کار کی بات ہے۔ اس سے زیادہ اس کا کوئی اور مطلب نہیں حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ وحدت انسانیت کے قائل تھے۔ ان کی فکر کا یہ ایک نہایت اہم پہلو ہے۔ اس لیے ان کے کسی عقیدت کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ وہ کسی محدود جغرافیائی یا طبقاتی دائرے کے اندر محصور ہو کر سوچے گا درست نہیں ہو سکتا۔

(عربی)

لمحات

شاہ ولی اللہؒ کے فلسفۂ تصوف کی یہ بنیادی کتاب شروع سے نایاب تھی۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کو اس کتاب کا ایک پرانا قلمی نسخہ ملا۔ موصوف نے بڑی محنت سے اس کی تصحیح کی اور شاہ صاحبؒ کی دوسری کتابوں کی عبارات سے اس کا موازنہ کیا۔ اور وضاحت طلب امور پر تشریحی حواشی لکھے۔ کتاب کے شروع میں مولانا کا ایک مبسوط مقدمہ ہے۔

شاہ ولی اللہ اکیڈمی نے مصری ٹائپ میں خاص اہتمام سے اس کو چھپوا کر شائع کیا۔

پہلا ایڈیشن جلد ہی ختم ہو گیا۔ اب دوبارہ یہ کتاب زیر طبع ہے اور مزید تصحیح و تحقیق سے شائع ہو رہی ہے۔

شاہ ولی اللہ اکیڈمی

صدر۔ حیدرآباد۔ سندھ

© rasailojaraid.com